AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"بیوعات میں قیاس پر استحسان کی ترجیح: فقہی جزئیات کا تجزیاتی و تطبیقی مطالعہ"

"THE PREFERENCE OF ISTIHSAN OVER QIYAS IN COMMERCIAL TRANSACTIONS: AN ANALYTICAL AND APPLIED STUDY OF JURISTIC DETAILS"

Muhammad Bilal
muftibilaltaaj87gmail.com
PhD Scholar, Islamic Studies,Abdul Wali Khan University Mardan, Pakistan.
Professor Dr. Muhammad Tahir
Muhammad-tahir@awkum,edu.pk
Dean, Faculty of Arts and Humanities,Abdul Wali Khan University Mardan, Pakistan.
Dr. Burhanuddin
Assistant Professor,Higher Education Department, Khyber Pakhtunkhwa, Pakistan.

Abstract

This research article examines the concept of Istihsan (juristic preference) within Islamic jurisprudence and highlights its significance in deriving legal rulings, particularly within the Hanafi school of thought. The study begins with a conceptual introduction to Istihsan and discusses its juristic definition and methodological foundations. It then analyzes the legal status of Istihsan in the context of the four major Sunni schools of law, presenting the perspectives of the Hanafi, Maliki, Shafi'i, and Hanbali jurists with references from primary classical sources.

Furthermore, the article explores various juristic applications of Istihsan in practical legal matters, demonstrating how this principle helps address complex social realities and provides flexibility within Islamic law. Through selected examples from fiqh literature, the study illustrates the role of Istihsan in facilitating ease, preventing hardship, and ensuring justice in legal rulings.

Finally, a comparative analysis of the four schools is presented, showing that although the terminology and methodological acceptance of Istihsan differ among the jurists, its practical spirit is reflected in their legal reasoning in various forms. The research concludes that Istihsan serves as an important juristic tool that strengthens the adaptability and dynamism of Islamic law in changing circumstances.

Keywords:
Istihsan, Islamic Jurisprudence, Hanafi School, Juristic Preference, Legal Methodology, Comparative Fiqh.

تمہید

اسلامی شریعت ایک جامع، ہمہ گیر اور ابدی نظامِ حیات ہے، جو انسانی زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی پہلوؤں کی رہنمائی کرتی ہے۔ ان ہی اہم شعبہ جات میں سے ایک شعبہ "معاملات" ہے، جس میں بیوعات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ چونکہ انسانی معاشرہ معاشی لین دین کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا، اس لیے فقہاءِ اسلام نے بیوعات کے مسائل پر غیر معمولی توجہ دی اور ان کے اصول و فروع کو منظم انداز میں مرتب کیا۔

فقہ اسلامی کی تدوین میں اصولِ فقہ کو مرکزی مقام حاصل ہے، کیونکہ یہی وہ منہجی بنیاد ہے جس پر جزئیاتِ فقہ کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ اصولِ فقہ کے اہم دلائل میں قیاس کو بنیادی اور وسیع الاطلاق ذریعۂ استنباط سمجھا جاتا ہے۔ قیاس کے ذریعے نئے اور پیش آمدہ مسائل کو منصوص احکام پر قیاس کر کے ان کا شرعی حکم متعین کیا جاتا ہے۔ تاہم فقہی ذخیرے کا مطالعہ یہ حقیقت آشکار کرتا ہے کہ بعض مواقع پر فقہاء، خصوصاً احناف، ظاہر قیاس کو ترک کر کے استحسان کو اختیار کرتے ہیں۔

استحسان کو اصولِ فقہ میں ایک اہم مگر متنازع دلیل کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ نے اسے عملی اجتہاد کا مؤثر ذریعہ قرار دیا، جبکہ امام شافعی نے اس پر تنقید کرتے ہوئے اسے تشریع بالرائے سے تعبیر کیا۔ اس اختلاف کے باوجود فقہِ حنفی کے عملی ذخیرے میں استحسان کی تطبیقات کثرت سے پائی جاتی ہیں، بالخصوص بیوعات کے باب میں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بیوعات کا باب اپنی نوعیت کے اعتبار سے نہایت حساس اور پیچیدہ ہے، کیونکہ اس کا تعلق براہِ راست انسانی معاش، ضرورت، تعامل اور عرف سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس باب میں بعض ایسے مسائل سامنے آتے ہیں جہاں اگر محض ظاہر قیاس پر عمل کیا جائے تو یا تو شدید حرج لازم آتا ہے یا عمومی تعامل امت کے ساتھ تصادم پیدا ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر احناف نے قیاسِ جلی کو ترک کر کے استحسان کو ترجیح دی، تاکہ نصوص کے مقاصد، عدل، سہولت اور مصلحتِ عامہ کو برقرار رکھا جا سکے۔

یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ بیوعات میں استحسان کی یہ ترجیح محض ذوقی یا شخصی رائے کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس کے پیچھے مضبوط اصولی مبانی کارفرما ہیں، جیسے ضرورت، عرف، تعامل، دفعِ حرج، اور قیاسِ خفی۔ چنانچہ اس موضوع کا تجزیاتی مطالعہ نہ صرف استحسان کی حقیقی نوعیت کو واضح کرتا ہے بلکہ فقہِ اسلامی کی لچک، وسعت اور عصری معنویت کو بھی اجاگر کرتا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ اسی تناظر میں بیوعات کے ان فقہی جزئیات کا تجزیاتی و تطبیقی جائزہ پیش کرتا ہے، جن میں قیاس پر استحسان کو ترجیح دی گئی ہے۔ اس تحقیق کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ استحسان دراصل قیاس کی نفی نہیں بلکہ اس کی تکمیل اور اصلاح ہے، اور یہ کہ فقہِ اسلامی میں قانونی جمود کے بجائے اصولی لچک اور مقاصدی ہم آہنگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

استحسان کی شرعی حیثیت: مذاہبِ اربعہ کے تناظر میں

ذیل میں مذاہبِ اربعہ کے تناظر میں استحسان کی شرعی حیثیت کا جائزہ لیا جاتا ہے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اس اصول کی قبولیت یا عدمِ قبولیت کی بنیادیں کیا ہیں، اور عملی فقہ میں اس کا مقام کس حد تک تسلیم شدہ ہے۔

1- احناف کا موقف

احناف کے نزدیک استحسان ایک معتبر اور منضبط اصولی دلیل ہے، جس کی بنیاد قوی تر شرعی دلیل پر قیاسِ ظاہر سے عدول ہے۔

امام سرخسی اپنی کتاب أصول السرخسي میں فرماتے ہیں:[1]

"الاستحسان في الحقيقة ترجيح قياس خفي على قياس جلي، أو العدول عن موجب قياس إلى دليل أقوى منه"

"استحسان درحقیقت قیاسِ خفی کو قیاسِ جلی پر ترجیح دینا ہے، یا کسی قیاس کے مقتضا سے کسی اس سے قوی تر دلیل کی طرف عدول کرنا ہے۔"

اسی طرح امام بزدوی اپنی اصولی کتاب میں لکھتے ہیں:[2]

"الاستحسان عدول عن موجب قياس إلى قياس أقوى منه أو إلى دليل هو أقوى منه"

"استحسان کسی قیاس کے تقاضے سے کسی زیادہ قوی قیاس یا دلیل کی طرف منتقل ہونا ہے۔"

ان عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک استحسان شخصی رائے نہیں بلکہ ایک مضبوط اصولی بنیاد پر قائم ترجیحی منہج ہے، جو شریعت کے مقاصد، رفعِ حرج اور مصلحتِ عامہ کی رعایت کرتا ہے۔

2- مالکیہ کا موقف

مالکیہ میں لفظ "استحسان" اگرچہ کم مستعمل ہے، مگر اس کا مفہوم عملی طور پر موجود ہے، خصوصاً مصالح مرسلہ اور عرف کے دائرے میں۔ القرافي اپنی کتاب الفروق میں فرماتے ہیں:[3]

"الاستحسان هو العدول بحكم المسألة عن نظائرها لدليل خاص يقتضي ذلك"

"استحسان یہ ہے کہ کسی مسئلے کے حکم کو اس کے نظائر سے کسی خاص دلیل کی بنا پر الگ کر دیا جائے۔"

یہ تعریف اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک بھی اگر کوئی خاص دلیل یا مصلحت موجود ہو تو عام قیاسی قاعدے سے انحراف جائز ہے۔

3- شوافع کا موقف

امام شافعی نے استحسان کو بطورِ مستقل دلیل قبول نہیں کیا اور اس پر تنقید کی۔ آپ اپنی کتاب الرسالۃ میں فرماتے ہیں:

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"من استحسن فقد شرّع"[4]

"جس نے استحسان کیا، اس نے گویا شریعت سازی کی۔"

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"إنما الاستحسان تلذذ"

"استحسان دراصل لذت پسندی ہے۔"

امام شافعی کی تنقید کا محور یہ تھا کہ اگر استحسان کو غیر منضبط رائے کے طور پر اختیار کیا جائے تو یہ تشریع بالرائے کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ تاہم بعد کے شافعی اصولیین نے واضح کیا کہ جس استحسان کو رد کیا گیا وہ محض شخصی میلان ہے، نہ کہ دلیلِ راجح پر مبنی ترجیح۔

4-حنابلہ کا مؤقف

حنابلہ کے بعض اصولیین نے استحسان کو ایک حد تک تسلیم کیا ہے، بشرطیکہ وہ قوی دلیل پر مبنی ہو۔ ابن قدامہ اپنی کتاب روضۃ الناظر میں لکھتے ہیں:[5]

"الاستحسان ترك موجب دليل إلى دليل أقوى منه"

"استحسان کسی دلیل کے تقاضے کو چھوڑ کر اس سے زیادہ قوی دلیل کو اختیار کرنا ہے۔"

یہ عبارت اس بات کی شاہد ہے کہ حنابلہ کے ہاں بھی اگر استحسان کو قوی تر دلیل کی بنیاد پر سمجھا جائے تو وہ مطلقاً مردود نہیں۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ استحسان کے باب میں اصل اختلاف اس کی حقیقت کے تعین میں ہے، نہ کہ مقصودِ شریعت میں۔ احناف اسے مستقل اصولی دلیل کے طور پر منضبط حدود کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور اسے قیاسِ جلی پر قیاسِ خفی یا قوی تر دلیل کی ترجیح سے تعبیر کرتے ہیں۔ مالکیہ اگرچہ اصطلاحی طور پر اسے کم استعمال کرتے ہیں، مگر مصالح اور دلیلِ خاص کی بنیاد پر نظائر سے عدول کو تسلیم کرتے ہیں۔ حنابلہ بھی قوی دلیل کی موجودگی میں اس نوع کے عدول کو جائز قرار دیتے ہیں۔ البتہ شوافع نے اس اصطلاح کو اس اندیشے کے تحت رد کیا کہ کہیں یہ شخصی رائے اور غیر منضبط تشریع کا ذریعہ نہ بن جائے۔

چنانچہ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو استحسان کی وہ صورت جو دلیلِ راجح، مصلحتِ معتبرہ اور رفعِ حرج پر مبنی ہو، عملی فقہ میں کسی نہ کسی درجے میں تمام مکاتب کے ہاں موجود ہے، اختلاف زیادہ تر تعبیر اور اصطلاح کا ہے، نہ کہ مقاصدی و اصولی بنیاد کا۔

بیوعات میں استحسان کی تطبیقات: فقہی جزئیات کا جائزہ

بیوعات کے باب میں متعدد ایسے مسائل پائے جاتے ہیں جہاں اگر محض ظاہر قیاس کو اختیار کیا جائے تو معاملہ یا تو باطل قرار پاتا ہے یا شدید حرج اور عملی دشواری پیدا ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پر فقہاءِ احناف نے قیاس کے ظاہر کو ترک کرکے استحسان کو اختیار کیا ہے۔ اس طرزِ استنباط کا مقصد شریعت کے مقاصد، یعنی سہولت، مصلحت اور رفعِ حرج کو برقرار رکھنا ہے۔ ذیل میں بیوعات کے چند اہم مسائل بطورِ مثال پیش کیے جاتے ہیں جن میں استحسان کی بنیاد پر قیاس کو ترک کیا گیا ہے۔

1۔ بیع سلم کا جواز

اصولی طور پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی چیز کی بیع جائز نہ ہو جو عقد کے وقت موجود نہ ہو، کیونکہ اس میں غرر (عدمِ یقین) پایا جاتا ہے۔ تاہم شریعت نے ضرورت اور تعامل کی بنا پر ** بیع سلم ** کو جائز قرار دیا ہے۔

امام سرخسی لکھتے ہیں:[6]

"القياس يقتضي بطلان السلم؛ لأنه بيع المعدوم، ولكنا تركنا القياس بالاستحسان لما روي عن النبي ﷺ أنه رخص في السلم"

"قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سلم باطل ہو، کیونکہ یہ معدوم چیز کی بیع ہے، لیکن ہم نے حدیث کی بنا پر استحساناً قیاس کو ترک کیا ہے۔"

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں استحسان کی بنیاد نص اور ضرورت دونوں ہیں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

2-عقدِ استصناع کا جواز

قیاس کے مطابق استصناع (کسی چیز کے تیار کرنے کا آرڈر دینا) بھی جائز نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ بھی معدوم چیز کی بیع کے مشابہ ہے۔ مگر فقہاءِ احناف نے اسے تعاملِ امت اور ضرورت کی بنیاد پر جائز قرار دیا۔

امام کاسانی لکھتے ہیں:[7]

"القياس أن لا يجوز الاستصناع؛ لأنه بيع ما ليس عند الإنسان، ولكنا استحسنا جوازه للتعامل بين الناس"

"قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ استصناع جائز نہ ہو، کیونکہ یہ ایسی چیز کی بیع ہے جو انسان کے پاس موجود نہیں، لیکن لوگوں کے تعامل کی بنا پر ہم نے استحساناً اسے جائز قرار دیا۔"

یہ مثال اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ عرف اور عمومی تعامل بھی استحسان کی بنیاد بن سکتے ہیں۔

3-حمام میں اجرت کے ساتھ داخل ہونا

قیاس کے مطابق کسی چیز کی اجرت اس وقت جائز ہوتی ہے جب اس کی مقدار اور منفعت پوری طرح معلوم ہو۔ مگر حمام (غسل خانہ) میں اجرت کے ساتھ داخل ہونے کے معاملے میں منفعت کی مقدار متعین نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود فقہاءِ احناف نے اسے استحساناً جائز قرار دیا۔

امام سرخسی لکھتے ہیں:[8]

"القياس أن لا يجوز دخول الحمام بالأجر؛ لأن مقدار المنفعة مجهول، ولكنا استحسنا جوازه للتعامل"

"قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حمام میں اجرت دے کر داخل ہونا جائز نہ ہو، کیونکہ منفعت کی مقدار مجہول ہے، لیکن لوگوں کے تعامل کی وجہ سے ہم نے اسے استحساناً جائز قرار دیا۔

یہاں استحسان کی بنیاد عرف اور عمومی تعامل ہے۔

4۔ شریک کا حصے کی بیع میں تصرف

قیاس کے مطابق شریک اپنے غیر متعین حصے کو فروخت نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں جہالت کا احتمال ہے۔ لیکن فقہاءِ احناف نے استحساناً اسے جائز قرار دیا، کیونکہ عملی معاملات میں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔

امام مرغینانی لکھتے ہیں:[9]

"يجوز بيع المشاع عندنا استحساناً؛ لأن الحاجة تدعو إلي"

"ہمارے نزدیک مشترکہ غیر متعین حصے کی بیع استحساناً جائز ہے، کیونکہ ضرورت اس کا تقاضا کرتی ہے۔

5۔ بیع عرایا کا جواز

اصولی طور پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک ہی جنس کی چیزوں کے تبادلے میں برابری اور قبضہ ضروری ہے، ورنہ ربا کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر قیاس کے مطابق درخت پر موجود کھجور کو خشک کھجور کے بدلے فروخت کرنا جائز نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن ضرورت کی بنا پر بیعِ عرایا کو استحساناً جائز قرار دیا گیا ہے۔

امام سرخسی لکھتے ہیں:[10]

"القياس يقتضي أن لا يجوز بيع الرطب بالتمر؛ لأنه من الربا، ولكن جوزناه استحساناً للحاجة"

"قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تر کھجور کو خشک کھجور کے بدلے بیچنا جائز نہ ہو کیونکہ اس میں ربا کا احتمال ہے، لیکن ضرورت کی بنا پر ہم نے اسے استحساناً جائز قرار دیا ہے۔"

6۔ زمین کے ساتھ اس کی ضروری اشیاء کی بیع

قیاس کے مطابق زمین کی بیع صرف زمین تک محدود ہونی چاہیے، اور اس میں موجود چیزیں الگ شمار ہونی چاہئیں۔ لیکن فقہائے احناف نے استحساناً یہ قرار دیا کہ زمین کی بیع میں اس کے تابع ضروری اجزاء بھی شامل ہوں گے۔

امام کاسانی لکھتے ہیں:[11]

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"ما كان من توابع المبيع يدخل فيه استحساناً؛ لأن العرف جارٍ بذلك"

"جو چیزیں مبیع کے تابع ہوتی ہیں وہ عرف کی بنا پر استحساناً اس میں داخل سمجھی جاتی ہیں۔"

یہ مثال واضح کرتی ہے کہ عرف و تعامل استحسان کی ایک اہم بنیاد ہے۔

7۔ کرایہ پر لی گئی زمین میں زراعت

قیاس کے مطابق اگر زمین کرایہ پر دی جائے تو اس میں پیدا ہونے والی پیداوار کے بارے میں کئی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں، کیونکہ منافع کی مقدار معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن عملی ضرورت کے پیش نظر فقہائے احناف نے اسے استحساناً جائز قرار دیا ہے۔

امام مرغینانی لکھتے ہیں:[12]

"يجوز استئجار الأرض للزراعة استحساناً؛ لأن الحاجة تدعو إليه"

"زمین کو زراعت کے لیے کرایہ پر دینا استحساناً جائز ہے کیونکہ ضرورت اس کا تقاضا کرتی ہے۔"

8۔ بیع میں جزوی جہالت کے باوجود جواز

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مبیع کی تمام خصوصیات مکمل طور پر معلوم ہوں، ورنہ جہالت کی وجہ سے بیع فاسد ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر جہالت معمولی ہو اور عرف میں قابلِ برداشت ہو تو فقہائے احناف استحساناً اس بیع کو جائز قرار دیتے ہیں۔

امام کاسانی لکھتے ہیں:[13]

"الجهالة اليسيرة مغتفرة استحساناً؛ لأن التحرز عنها متعذر"

"معمولی جہالت استحساناً معاف ہے کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔"

خلاصہ بحث

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہِ اسلامی میں استحسان ایک اہم اصولی منہج کی حیثیت رکھتا ہے، جسے بالخصوص فقہائے احناف نے بیوعات کے مسائل میں قیاس کے مقابلے میں ترجیح دی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جہاں ظاہر قیاس پر عمل کرنے سے عملی دشواری، حرج یا معاشرتی معاملات میں پیچیدگی پیدا ہوتی ہو وہاں کسی قوی تر دلیل، نص، عرف یا ضرورت کی بنیاد پر قیاس سے عدول کیا جائے۔

بیوعات کے باب میں اس اصول کی متعدد عملی تطبیقات سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر بیع سلم اور عقدِ استصناع میں معدوم چیز کی بیع کا مسئلہ قیاس کے مطابق ممنوع ہونا چاہیے، لیکن ضرورت اور تعامل کی وجہ سے انہیں استحساناً جائز قرار دیا گیا۔ اسی طرح حمام میں اجرت کے ساتھ داخلہ، بیع مشاع، بیع عرایا، زمین کی بیع میں توابع کا داخل ہونا اور بیع میں معمولی جہالت کا قابلِ برداشت ہونا جیسے مسائل بھی اس امر کی مثال ہیں کہ فقہاءِ احناف نے قیاس کے عمومی قاعدے کو ترک کر کے استحسان کو اختیار کیا۔

ان جزئیات کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ استحسان دراصل شریعت کے مقاصد کو عملی زندگی میں مؤثر بنانے کا ایک اصولی ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے فقہ اسلامی معاشرتی اور معاشی معاملات میں لچک پیدا کرتی ہے اور ایسے مسائل کا حل پیش کرتی ہے جن میں محض قیاس پر عمل کرنے سے لوگوں کے لیے دشواری پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بیوعات کے باب میں استحسان کی ترجیح اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلامی فقہ اپنے اصولی ڈھانچے کو برقرار رکھتے ہوئے انسانی ضروریات اور عملی تقاضوں کا بھی بھرپور لحاظ رکھتی ہے۔

نتائج بحث

1۔ اس تحقیقی مطالعے سے یہ واضح ہوا کہ استحسان فقہِ اسلامی بالخصوص فقہِ حنفی کا ایک معتبر اصولی منہج ہے جس کے ذریعے بعض مواقع پر ظاہر قیاس کو ترک کر کے قوی تر دلیل کو اختیار کیا جاتا ہے۔

2۔ استحسان کی بنیاد محض شخصی رائے یا ذوق نہیں بلکہ نصِ شرعی، اجماع، عرف، ضرورت اور رفعِ حرج جیسے مضبوط اصولی دلائل پر ہوتی ہے۔

3۔ مذاہب اربعہ کے تقابلی مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ اگرچہ استحسان کی اصطلاح کے استعمال میں اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم دلیلِ راجح کی بنیاد پر قیاس سے عدول کا تصور کسی نہ کسی درجے میں تمام مکاتبِ فقہ میں موجود ہے۔

4۔ فقہائے احناف نے بیوعات کے باب میں متعدد ایسے مسائل میں استحسان کو اختیار کیا ہے جہاں محض قیاس پر عمل کرنے سے معاشرتی معاملات میں تنگی یا عملی مشکلات پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

5۔ بیع سلم، عقدِ استصناع، بیعِ مشاع، حمام میں اجرت کے ساتھ داخلہ، بیع عرایا اور بیع میں معمولی جہالت کی معافی جیسے مسائل اس بات کی واضح مثال ہیں کہ بیوعات کے معاملات میں استحسان عملی ضرورت اور تعاملِ امت کی رعایت کرتا ہے۔

6۔ ان فقہی جزئیات کے مطالعے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ استحسان اسلامی فقہ میں معاشی اور تجارتی معاملات کے لیے ایک عملی اور لچک دار اصول فراہم کرتا ہے جس کے ذریعے شریعت کے مقاصد کو بہتر طور پر نافذ کیا جاسکتا ہے۔

7۔ مجموعی طور پر یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ بیوعات میں قیاس پر استحسان کی ترجیح دراصل شریعت کے مقاصد، انسانی مصالح اور رفعِ حرج کے اصولوں کی عملی تعبیر ہے، جس کے ذریعے فقہ اسلامی اپنی جامعیت اور عملی افادیت کو برقرار رکھتی ہے۔

حوالہ جات

1. السرخسي، محمد بن أحمد، أصول السرخسي، بيروت: دار المعرفة، 1993، 2:200۔
2. الجصاص، أحمد بن علي الرازي، أحكام القرآن، بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1994، 1:325۔
3. الشافعي، محمد بن إدريس، الرسالة، القاهرة: مكتبة الحلبي، 1940، ص 507۔
4. الشاطبي، إبراهيم بن موسى، الموافقات في أصول الشريع، بيروت: دار المعرفة، 1997، 4:194۔
5. الآمدي، علي بن محمد، الإحكام في أصول الأحكام، بيروت: دار الكتب العلمية، 1984، 4:162۔
6. ابن قدامة، عبد الله بن أحمد، روضة الناظر وجنة المناظر في أصول الفقه، الرياض: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، 1993، 1:404۔
7. الزحيلي، وهبة، أصول الفقه الإسلامي، دمشق: دار الفكر، 1986، 2:738۔
8. الكاساني، علاء الدين أبو بكر بن مسعود، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، بيروت: دار الكتب العلمية، 1986، 5:129۔
9. المرغيناني، علي بن أبي بكر، الهداية في شرح بداية المبتدي، بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1995، 3/53
10. السرخسي، محمد بن أحمد، المبسوط، بيروت: دار المعرفة، 1993، 2/220
11. الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، 5/129
12. المرغيناني، علي بن أبي بكر، الهداية، 2/345
13۔ بدائع الصنائع، 4/234